ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY



AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 2958

Program: BS (Islamic Studies)

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

(شعبہ شریعہ، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ)

کورس: مطالعہ متونِ فقہ اسلامی (الہدایہ کتاب النکاح والطلاق) (2958) • سطح: بی ایس (علوم اسلامیہ)

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 2 (زونز 06 تا 09)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 50

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنے کے بجائے اپنی فہم کے مطابق تحریر کریں۔ جہاں کسی دینی یا قانونی مسئلے میں قطعی رائے درکار ہو وہاں اہلِ علم اور مستند علماء کی طرف رجوع کریں۔

سوال نمبر 1: طلاق کی اقسام، حالتِ حیض میں طلاق اور رجوع (20 نمبر)

سوال نمبر 1: "الہدایہ" کے مطابق طلاق کی اقسام (احسن، حسن / سنّی اور بدعی) کی وضاحت کریں، نیز حالتِ حیض میں دی گئی طلاق کے وقوع اور اس کے بعد رجوع کے فقہی احکام بیان کریں۔ (20)

تعارف

طلاق اسلامی عائلی قانون کا وہ انتہائی درجے کا علاج ہے جسے شریعت نے ناپسندیدہ قرار دیتے ہوئے بھی اس وقت کی گنجائش رکھی ہے جب ازدواجی زندگی کا برقرار رہنا ناممکن ہو جائے۔ قرآن مجید نے طلاق کا نظام بڑی حکمت اور مرحلہ وار ترتیب کے ساتھ بیان فرمایا ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ جدائی اگر ناگزیر ہو تو بھی سوچ سمجھ کر، مناسب وقت پر اور رجوع کی گنجائش باقی رکھتے ہوئے ہو۔ الہدایہ کے کتاب الطلاق میں طلاق کو اس کے شرعی طریقے کے لحاظ سے اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر قسم کے احکام بیان ہوئے ہیں۔ اس سوال میں اسی تقسیم کی وضاحت اور حالتِ حیض میں دی گئی طلاق کے وقوع و رجوع کے احکام مطلوب ہیں۔ اس موقع پر یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہ بحث خالصتاً تعلیمی ہے؛ کسی اصل واقعے میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں اور رجوع ممکن ہے یا نہیں، اس کا تعین مستند علماء اور اہلِ افتاء کرتے ہیں، عام شخص کو اپنے معاملے میں خود حکم نہیں لگانا چاہیے۔

طلاق کی بنیادی تقسیم: سنی اور بدعی

الہدایہ کے مطابق طلاق کی سب سے پہلی اور اہم تقسیم یہ ہے کہ وہ سنت کے موافق طریقے سے دی گئی ہو یا اس کے خلاف۔ جو طلاق قرآن و سنت کے بتائے ہوئے طریقے، وقت اور تعداد کے مطابق ہو اسے طلاقِ سنی کہا جاتا ہے، اور جو اس طریقے کے خلاف ہو، مثلاً حالتِ حیض میں دی گئی ہو یا ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دے دی گئی ہوں، اسے طلاقِ بدعی کہا جاتا ہے۔ اس تقسیم کی بنیاد سورۃ الطلاق کی ابتدائی آیات ہیں جن میں حکم دیا گیا ہے کہ جب تم عورتوں کو طلاق دو تو انہیں ان کی عدت کے اعتبار سے طلاق دو اور عدت کا حساب رکھو (الطلاق: 1 کے مفہوم کے مطابق)، اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے واقعے والی مشہور حدیث ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیض کی حالت میں دی گئی طلاق پر رجوع کا حکم فرمایا اور پھر طہر کی حالت میں طلاق کا صحیح طریقہ ارشاد فرمایا (بخاری و مسلم)۔ یاد رہے کہ بدعی ہونا ایک الگ بات ہے اور طلاق کا واقع ہونا الگ بات؛ احناف کے نزدیک طلاقِ بدعی گناہ کے ساتھ واقع ہو جاتی ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ طلاقِ سنی کی آگے دو مشہور صورتیں ہیں: احسن اور حسن، جن کا ذکر سوال میں بھی آیا ہے۔

طلاقِ احسن کی تعریف اور طریقہ

طلاقِ احسن طلاق دینے کا سب سے بہترین اور پسندیدہ طریقہ ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو ایسے طہر یعنی پاکی کے زمانے میں ایک طلاق دے جس طہر میں اس نے اس سے صحبت نہ کی ہو، اور پھر اسے اسی حال میں چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے۔ اس طریقے کے فوائد نمایاں ہیں: صرف ایک طلاق دی گئی ہے، اس لیے عدت کے اندر رجوع کا حق شوہر کو مکمل طور پر حاصل رہتا ہے۔ طہر کی شرط سے یہ اطمینان ہوتا ہے کہ فیصلہ حیض کی طبعی کشیدگی یا وقتی غصے کے عالم میں نہیں ہوا؛ صحبت نہ ہونے کی شرط سے حمل کا احتمال واضح رہتا ہے اور عدت کا حساب سادہ رہتا ہے؛ اور عدت گزرنے تک مہلت ملتی ہے جس میں صلح، خاندانی مداخلت اور غور و فکر کے تمام دروازے کھلے رہتے ہیں۔ اسی لیے فقہاء نے احسن طریقے کو قرآن مجید کے اس اصول کی عملی شکل قرار دیا ہے کہ طلاق دو مرتبہ ہے، پھر یا تو بھلائی سے روک رکھنا ہے یا خوبی سے چھوڑ دینا ہے (البقرہ: 229 کے مفہوم کے مطابق)۔ بیشتر فقہاء کی نصیحت بھی یہی ہے کہ اگر طلاق ناگزیر ہو جائے تو اسی طریقے کو اختیار کیا جائے۔

طلاقِ حسن (سنی) کی تعریف اور احسن سے فرق

طلاقِ حسن، جسے سوال میں حسن / سنی کہا گیا ہے، طلاقِ سنی کی دوسری صورت ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ شوہر تین الگ الگ طہروں میں ایک ایک طلاق دے، اس شرط کے ساتھ کہ ہر طلاق ایسے طہر میں ہو جس میں صحبت نہ ہوئی ہو؛ پہلی طلاق پہلے طہر میں، دوسری دوسرے طہر میں اور تیسری تیسرے طہر میں۔ اس طرح تیسری طلاق کے بعد عورت بائنہ کبریٰ ہو جاتی ہے اور اس وقت تک اسی شوہر سے دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا جب تک شرعی شرائط کے ساتھ اس کا دوسرا نکاح اور اس سے جدائی واقع نہ ہو، جسے فقہ میں حلالہ کی بحث میں بیان کیا جاتا ہے (البقرہ: 230 کے مفہوم کے مطابق)۔ احسن اور حسن میں بنیادی فرق تعداد اور نتیجے کا ہے: احسن میں صرف ایک طلاق دے کر عدت تک چھوڑ دیا جاتا ہے اور رجوع کی مکمل گنجائش رہتی ہے، جبکہ حسن میں تین طہروں میں تین طلاقیں مکمل کر دی جاتی ہیں اور رشتہ حتمی طور پر ختم ہو جاتا ہے۔ احسن کو حسن سے افضل اس لیے کہا گیا ہے کہ اس میں شوہر کے لیے پشیمانی کی صورت میں واپسی کی راہ سب سے زیادہ کھلی رہتی ہے اور یہی قرآن و سنت کی اسپرٹ ہے کہ طلاق کو آخری سے آخری مرحلے میں استعمال کیا جائے۔

Figure 3: Classification of talaq in al-Hidayah

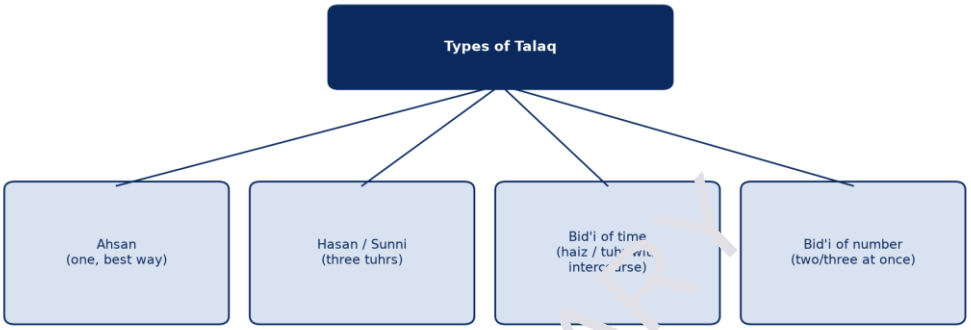

شکل 1: طلاق کی اقسام — احسن، حسن (سنی) اور بدعی کا خاکہ

طلاقِ بدعی کی صورتیں

طلاقِ بدعی کی دو بڑی صورتیں ہیں۔ پہلی صورت وقت کی بدعت ہے، یعنی طلاق ایسی حالت میں دی جائے جب شریعت نے منع کیا ہے: حالتِ حیض میں طلاق دینا، یا ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں صحبت ہو چکی ہو، کیونکہ ایسی صورت میں نہ عدت کا حساب واضح رہتا ہے اور نہ یہ معلوم کہ طلاق کا محرک وقتی حالات تو نہیں۔ دوسری صورت عدد کی بدعت ہے، یعنی ایک ہی مجلس میں یا ایک ہی طہر میں دو یا تین طلاقیں دے دینا، خواہ ایک جملے میں تین کا لفظ کہہ کر ہوں یا الگ الگ جملوں میں۔ الہدایہ اور احناف کے مسلک کے مطابق طلاقِ بدعی اگرچہ گناہ ہے اور دینے والا گنہگار ہوتا ہے، لیکن وہ واقع ہو جاتی ہے؛ ایک ساتھ دی گئی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی ہیں اور عورت بائنہ کبریٰ ہو جاتی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ طلاق کا وقوع الفاظ کے صدور سے ہے، وقت و عدد کی خلاف ورزی اس کے وقوع کو نہیں روکتی، البتہ اس خلاف ورزی کا گناہ الگ سے ثابت ہوتا ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی اسی پر عمل درآمد ہوا کہ لوگوں کی جلد بازی پر انہیں انہی کے اقرار کا پابند کیا گیا۔ اس مسئلے میں اہلِ علم کے درمیان مشہور اختلاف موجود ہے اور بعض علماء ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک شمار کرنے کے قائل ہیں؛ یہ جواب کتاب کے مسلک یعنی احناف کے موقف کو بیان کرتا ہے، جبکہ عمل کے لیے ہر شخص کو مستند علماء کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

حالتِ حیض میں دی گئی طلاق کا وقوع

سوال کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ حالتِ حیض میں دی گئی طلاق کا حکم کیا ہے۔ الہدایہ کے مطابق حالتِ حیض میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور ایک طلاق شمار ہوتی ہے، اگرچہ اس وقت طلاق دینا گناہ اور سنت کے خلاف ہے۔ اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا واقعہ ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دے دی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اپنے بیٹے سے کہیں کہ وہ رجوع کرے، اور یہی اس بات کی دلیل ہے کہ طلاق واقع ہو چکی تھی، کیونکہ رجوع اسی طلاق کے بعد ہوتا ہے جو واقع ہو چکی ہو۔ اس طلاق کی عدت کا حساب یوں ہوگا کہ جس حیض میں طلاق دی گئی وہ عدت میں شمار نہیں ہوگا، اس کے بعد آنے والے تین حیض پورے ہونے پر عدت ختم ہوگی، کیونکہ عدت کے حیض وہی معتبر ہوتے ہیں جو طلاق کے بعد شروع ہوں۔ یہ بھی واضح رہے کہ جس عورت سے صحبت ہی نہ ہوئی ہو، یا جو حاملہ ہو، یا جسے حیض نہ آتا ہو، اسے کسی وقت بھی طلاق دینا بدعی نہیں ہوتا، کیونکہ وقت کی بدعت کی علت ان میں موجود نہیں ہوتی۔

حالتِ طہر میں طلاق کے بعد رجوع کے احکام

وقوع کے بعد اگلا مرحلہ رجوع کا ہے۔ الہدایہ کے مطابق حالتِ حیض میں طلاق دینے والے کو مستحب، بلکہ کتاب کے بیان کے مطابق اسے رجوع کرنا چاہیے اور اسی کی تاکید حدیث میں آئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو رجوع کا حکم فرمایا تھا۔ رجوع کا طریقہ یہ ہے کہ شوہر عدت کے اندر زبانی طور پر کہہ دے کہ میں نے اپنی بیوی سے رجوع کیا، یا عملی طور پر زوجیت کا تعلق بحال کرے؛ رجوع کے لیے بھی دو گواہ بنا لینا مستحب ہے، جیسا کہ سورۃ الطلاق میں اشہاد کا حکم آیا ہے (الطلاق: 2 کے مفہوم کے مطابق)، البتہ احناف کے نزدیک گواہ رجوع کی صحت کی لازمی شرط نہیں۔ رجوع کے بعد شوہر کو چاہیے کہ وہ بیوی کو یا تو اگلے طہر تک روکے رکھے اور پھر اگر الگ ہونا ہی ہے تو اس طہر میں صحبت کیے بغیر طلاق دے، کیونکہ یہی وہ ترتیب ہے جو حدیث میں سکھائی گئی۔ اگر شوہر رجوع نہ کرے اور عدت گزر جائے تو وہی ایک طلاق بائنہ صغریٰ بن جائے گی اور دوبارہ ساتھ رہنے کے لیے نیا نکاح نئے مہر کے ساتھ کرنا ہوگا۔ یہ بھی یاد رہے کہ رجوع صرف رجعی طلاق میں ہوتا ہے اور صرف عدت کے اندر؛ بائن طلاق اور تیسری طلاق کے بعد رجوع ممکن نہیں، وہاں معاملہ نئے نکاح یا اس کی شرعی حدود میں آتا ہے۔

جدول 1: طلاق کی اقسام کا موازنہ

قسم	طریقہ	نتیجہ
احسن	صحبت کے بغیر ایک طہر میں صرف ایک طلاق، پھر عدت تک چھوڑ دینا	رجعی؛ عدت میں رجوع ممکن، سب سے پسندیدہ طریقہ
حسن / سنی	تین الگ طہروں میں ایک ایک طلاق (ہر طہر صحبت کے بغیر)	تیسری طلاق پر بینونتِ کبریٰ
بدعی (وقت کی)	حالتِ حیض میں یا صحبت والے طہر میں دی گئی طلاق	واقع ہو جاتی ہے مگر دینے والا گنہگار؛ حیض والی میں رجوع کی تاکید
بدعی (عدد کی)	ایک مجلس یا ایک طہر میں دو یا تین طلاقیں	احناف کے نزدیک جتنی دیں اتنی واقع، تین پر بینونتِ کبریٰ

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ الہدایہ کے مطابق طلاقِ سنی کی بہترین صورت احسن ہے جس میں صحبت کے بغیر طہر میں ایک طلاق دے کر عدت تک معاملہ چھوڑ دیا جاتا ہے، دوسری صورت حسن ہے جس میں تین طہروں میں تین طلاقیں دی جاتی ہیں، اور اس کے خلاف وقت یا عدد کی خلاف ورزی طلاقِ بدعی ہے۔ حالتِ حیض میں دی گئی طلاق گناہ ہونے کے باوجود واقع ہو جاتی ہے، اس حیض کو عدت میں شمار نہیں کیا جاتا، اور شوہر کو رجوع کی تاکید ہے جس کا صحیح طریقہ حدیثِ ابن عمر میں سکھایا گیا ہے۔ اس سارے نظام کا مقصد یہ ہے کہ جدائی کا فیصلہ جذبات کے بجائے سکون، سوچ بچار اور صلح کے مواقع کے بعد ہو۔

سوال نمبر2: طلاقِ صریح اور طلاقِ کنایہ کا فرق اور احکام (20نمبر)

سوال نمبر2: کتاب الہدایہ کی روشنی میں طلاقِ صریح اور طلاقِ کنایہ کے درمیان فرق اور ان سے واقع ہونے والی طلاق (رجعی یا بائن) کے احکام واثرات تفصیل سے تحریر کریں۔(20)

تعارف

طلاق کے وقوع کا دارومدار شوہر کے کہے ہوئے الفاظ پر ہے، اور الفاظ کی نوعیت کے اعتبار سے فقہاء نے طلاق کی ایک اہم تقسیم طلاقِ صریح اور طلاقِ کنایہ کی صورت میں کی ہے۔ یہ تقسیم محض لسانی نہیں بلکہ اس پر بڑے عملی نتائج مرتب ہوتے ہیں: کہیں نیت کے بغیر بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور کہیں نیت کے بغیر واقع نہیں ہوتی، کہیں طلاق رجعی پڑتی ہے اور کہیں بائن۔ الہدایہ کے کتاب الطلاق میں یہ بحث بڑی تفصیل سے آئی ہے اور کنائی الفاظ کی ایک طویل فہرست الگ الگ احکام کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ اس سوال میں یہی مطلوب ہے کہ صریح و کنایہ کا فرق، ان کے وقوع کی شرائط اور ان سے پیدا ہونے والی طلاق کے رجعی یا بائن ہونے کے احکام واثرات تفصیل سے لکھے جائیں۔ یہ بحث بھی خالص تعلیمی ہے؛ کسی کے کہے ہوئے اصل الفاظ پر طلاق کا فتویٰ اہلِ افتاء کا کام ہے، کیونکہ اس میں الفاظ، نیت اور موقع محل تینوں کی تحقیق ہوتی ہے۔

طلاقِ صریح: تعریف، الفاظ اور حکم

طلاقِ صریح سے مراد وہ الفاظ ہیں جو طلاق کے لیے ہی وضع کیے گئے ہوں یا اس مفہوم میں صراحتاً استعمال ہوتے ہوں کہ ان کا کوئی اور معقول معنی مراد ہی نہ لیا جا سکے۔ الہدایہ کے مطابق صریح الفاظ تین مصادر سے بنے ہوئے ہیں: طلاق، تسریح اور فراق۔ یعنی جب شوہر بیوی سے کہے کہ تم طلاق یافتہ ہو، میں نے تمہیں طلاق دی، میں نے تمہیں چھوڑ دیا بمعنی تسریح، یا میں نے تم سے جدائی کر لی بمعنی فراق، تو یہ الفاظ صریح ہیں۔ صریح الفاظ کا بنیادی حکم یہ ہے کہ ان سے طلاق فوراً واقع ہو جاتی ہے خواہ شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو، یہاں تک کہ مذاق میں کہے گئے صریح الفاظ سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، کیونکہ شریعت نے ان الفاظ کو ان کے ظاہری معنی پر محمول کیا ہے اور حدیث میں بھی تین چیزوں کو سنجیدگی و مذاق دونوں میں نافذ قرار دیا گیا ہے جن میں نکاح، طلاق اور رجوع شامل ہیں (ترمذی و ابو داؤد کے مفہوم کے مطابق)۔ صریح الفاظ سے واقع

ہونے والی طلاق اصولاً رجعی ہوتی ہے، یعنی عدت کے اندر شوہر کو رجوع کا حق رہتا ہے، بشرطیکہ یہ پہلی یا دوسری طلاق ہو اور عورت مدخول بہا ہو۔ اگر عورت غیر مدخول بہا ہو تو صریح طلاق بھی بائن ہوتی ہے، کیونکہ وہاں عدت ہی نہیں ہوتی جس میں رجوع ہو۔

طلاقِ کنایہ: تعریف اور وقوع کی شرائط

طلاقِ کنایہ سے مراد وہ الفاظ ہیں جو طلاق کے لیے وضع نہ کیے گئے ہوں بلکہ اپنے اصل معنی کے علاوہ طلاق کے مفہوم میں بھی استعمال ہو سکتے ہوں، جیسے یہ کہنا کہ تم مجھ پر حرام ہو، تم الگ ہو جاؤ، اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ، عدت گزارو، رحم کو خالی کر لو، تم ایک ہو، وغیرہ۔ ان الفاظ کا حکم یہ ہے کہ ان سے طلاق اس وقت تک واقع نہیں ہوتی جب تک شوہر کی نیت طلاق کی نہ ہو، یا موقع و محل کی دلالت یعنی حالت ایسی نہ ہو جو نیت کے قائم مقام ہو جائے، مثلاً جھگڑے اور غصے کی حالت میں یا طلاق کی گفتگو چل رہی ہو تو ایسے ماحول میں کہے گئے کنائی الفاظ نیت کے بغیر بھی طلاق واقع کر دیتے ہیں۔ اس فرق کی وجہ واضح ہے: کنائی الفاظ اپنے اصل معنی میں بھی راست آتے ہیں، اس لیے ان کی مراد متعین کرنے کے لیے نیت یا قرینے کی ضرورت ہوتی ہے، جبکہ صریح الفاظ میں یہ احتمال ہی نہیں ہوتا۔ قضا کے اعتبار سے احناف کے ہاں یہ تفصیل بھی ہے کہ اگر شوہر عدالت میں یہ کہے کہ میری نیت نہیں تھی اور وہ قسم کھا لے تو اس کی بات دیانت و قضا کے فرق کے ساتھ سنی جاتی ہے، البتہ جہاں حالتِ غضب یا مذاکرۂ طلاق ثابت ہو وہاں اس کا انکار قبول نہیں ہوتا۔ یہی وہ نکتہ ہے جس کی وجہ سے کنائی الفاظ کے فتوے میں سخت احتیاط کی جاتی ہے اور مفتی الفاظ کے ساتھ پورا واقعہ سنتا ہے۔

کنائی الفاظ کی اقسام: رجعی اور بائن

الہدایہ نے کنائی الفاظ کو ان کے اثر کے اعتبار سے دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک وہ الفاظ جن سے نیت کی صورت میں رجعی طلاق واقع ہوتی ہے؛ یہ تین ہیں: اعتدی یعنی عدت گزارو، استبرئی رحمک یعنی اپنے رحم کی برأت معلوم کر لو، اور انت واحدہ یعنی تم ایک ہو۔ ان تین الفاظ سے رجعی طلاق اس لیے واقع ہوتی ہے کہ ان کا مفہوم خود ایک طلاق کے بعد کے مرحلے کی طرف اشارہ کرتا ہے، یعنی عدت اور برأت کا تقاضا اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب ایک رجعی جدائی ہوئی ہو، اور واحدہ کا لفظ بھی ایک طلاق کے عدد کی طرف صریح اشارہ ہے۔ دوسرے وہ تمام کنائی الفاظ جن سے نیت کی صورت میں بائن طلاق واقع ہوتی ہے، مثلاً بائن، بتہ یعنی قطع کرنے والی، بتلہ، حرام، حبلک علی

غاربک یعنی تمہاری رسی تمہارے کندھے پر، الحقی باہلک یعنی اپنے گھر والوں سے جاملو، اخراجی، اذہبی، قومی، تقنعی، استتری اور اس جیسے دیگر الفاظ جو الہدایہ میں شمار کیے گئے ہیں۔ ان سے بائن طلاق اس لیے واقع ہوتی ہے کہ ان کے مفہوم میں جدائی اور علیحدگی کا پہلو غالب ہے اور رجوع کی طرف کوئی اشارہ نہیں۔ اگر کنائی لفظ کے ساتھ تین طلاقوں کی نیت کی گئی ہو تو بعض الفاظ میں نیت کے مطابق تین تک کی واقع ہو سکتی ہیں، خصوصاً جہاں لفظ اس کی گنجائش رکھتا ہو، جس کی تفصیل کتاب میں لفظ بہ لفظ موجود ہے۔

جدول 1: طلاقِ صریح اور طلاقِ کنایہ کا موازنہ

پہلو	طلاقِ صریح	طلاقِ کنایہ
الفاظ	طلاق، تسریح، فراق کے الفاظ	حرام، بائن، عدت گزارو، گھر جاؤ وغیرہ
نیت کی ضرورت	نیت ہو یا نہ ہو، طلاق واقع ہو جاتی ہے	نیت یا دلالتِ حال (غصہ، مذاکرۂ طلاق) ضروری
طلاق کی نوعیت	اصولاً رجعی (مدخول بہا میں)	تین مخصوص الفاظ سے رجعی، باقی سے بائن
مذاق میں کہنا	مذاق میں بھی واقع ہو جاتی ہے	نیت و قرینے کے بغیر واقع نہیں ہوتی
فتوے میں احتیاط	الفاظ ہی کافی بنیاد ہیں	الفاظ + نیت + موقع محل تینوں کی تحقیق لازم

رجعی اور بائن طلاق کے اثرات

ان الفاظ سے واقع ہونے والی طلاق کے اثرات کو سمجھنا سوال کا تیسرا حصہ ہے۔ طلاقِ رجعی کے اثرات یہ ہیں کہ عدت کے اندر ازدواجی تعلق کا حکم باقی رہتا ہے؛ شوہر بغیر نئے نکاح کے رجوع کر سکتا ہے، عورت اسی کے گھر عدت گزارتی ہے، اس کا نفقہ و سکنیٰ شوہر پر واجب رہتا ہے، اور عدت کے دوران اگر دونوں میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو دوسرا اس کا وارث بنتا ہے۔ عدت گزر جانے پر رجعی طلاق بائنہ صغریٰ میں بدل جاتی ہے اور پھر ساتھ رہنے کے لیے نیا نکاح اور نیا مہر درکار ہوتا ہے۔ طلاقِ بائن کی دو صورتیں ہیں: بائنہ صغریٰ، جو پہلی یا دوسری بائن طلاق سے پیدا ہوتی ہے اور اس میں عدت کے بعد یا عدت کے دوران بھی سابق شوہر سے نیا نکاح ہو سکتا ہے بشرطیکہ عورت راضی ہو؛

اور بائنہ کبریٰ، جو تیسری طلاق کے بعد پیدا ہوتی ہے اور اس میں اسی شوہر سے اس وقت تک نکاح نہیں ہو سکتا جب تک عورت کا کسی اور سے صحیح نکاح اور پھر اس سے جدائی شرعی شرائط کے ساتھ واقع نہ ہو۔ بائن طلاق کے اثرات یہ ہیں کہ اس سے زوجیت کا تعلق اسی وقت ختم ہو جاتا ہے، رجوع کا حق نہیں رہتا، عدت کے دوران باہمی وراثت بھی ختم ہو جاتی ہے، البتہ عدت بہر حال واجب رہتی ہے اور حاملہ ہونے کی صورت میں وضع حمل تک نفقہ بھی واجب رہتا ہے۔

یہاں چند عملی تنبیہات کا ذکر بھی مناسب ہے جو ان احکام سے جڑی ہیں۔ اوّل یہ کہ صریح الفاظ کی سنگینی کو ہلکا نہ سمجھا جائے؛ غصے، مذاق یا موبائل پیغام میں لکھے گئے صریح الفاظ بھی وقوع کا سبب بن سکتے ہیں، خاص طور پر جب وہ بیوی کو مخاطب کر کے لکھے گئے ہوں۔ کیونکہ احناف کے نزدیک لکھی ہوئی طلاق بھی اسی حکم میں ہے گویا بولی گئی ہو، جب تحریر واضح اور مرسومہ ہو۔ دوم یہ کہ کنائی الفاظ میں شوہر کی بعد کی وضاحت کو محض اس لیے کہ کہنے والے نہیں پرکھا جاتا بلکہ واقعے کے قرائن دیکھے جاتے ہیں، اس لیے ایسے معاملات میں فوری طور پر معتبر مفتی سے رجوع کرنا چاہیے۔ سوم یہ کہ طلاق کے رجعی یا بائن ہونے کا تعلق صرف الفاظ سے نہیں بلکہ سابقہ طلاقوں کی تعداد، صحبت کی حالت اور مہر کی ادائیگی جیسے امور سے بھی ہے، مثلاً جس عورت کو اس کا پورا مہر ادا کر دیا گیا ہو اس پر دی گئی طلاق بعض صورتوں میں بائن ہو جاتی ہے؛ اس قسم کی جزئیات اس بات کی دلیل ہیں کہ طلاق کے مسائل کتابی مطالعے کے ساتھ ساتھ اہلِ علم کی رہنمائی کے محتاج ہیں۔

Figure 4: Sarih vs kinaya wording and its effect

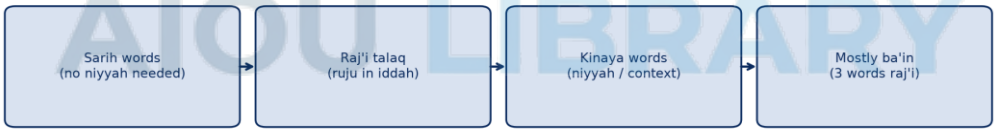

شکل 1: الفاظ کی نوعیت سے طلاق کے وقوع اور رجعی یا بائن ہونے کا خاکہ

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ الہدایہ کی روشنی میں طلاقِ صریح وہ ہے جو طلاق، تسریح اور فراق کے الفاظ سے دی جائے؛ وہ نیت کے بغیر بھی واقع ہوتی ہے اور اصولاً رجعی ہوتی ہے۔ طلاقِ کنایہ ان الفاظ سے ہوتی ہے جو طلاق کے علاوہ دوسرے معنی بھی رکھتے ہوں؛ وہ نیت یا دلالتِ حال کے بغیر واقع نہیں ہوتی، اور اس کے تین مخصوص الفاظ سے رجعی اور باقی

الفاظ سے بائن طلاق واقع ہوتی ہے۔ رجعی طلاق میں عدت کے اندر رجوع، نفقہ اور باہمی وراثت قائم رہتی ہے، جبکہ بائن طلاق زوجیت کو فوراً ختم کر دیتی ہے اور اس کی صغریٰ و کبریٰ صورتوں کے احکام الگ الگ ہیں۔ یہ دقیق تقسیم بتاتی ہے کہ شرعی احکام میں زبان سے نکلے ہر لفظ کی قانونی حیثیت سوچ سمجھ کر متعین کی گئی ہے۔

سوال نمبر 3: حرمتِ رضاعت کا ثبوت اور گواہوں کی تعداد میں اختلاف (20 نمبر)

سوال نمبر 3: "الہدایہ" کی روشنی میں حرمتِ رضاعت کے ثبوت کے شرعی احکام بیان کریں اور بتائیں کہ رضاعت ثابت کرنے کے لیے کتنے گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے اور اس میں ائمہ کا کیا اختلاف ہے؟ (20)

تعارف

رضاعت یعنی دودھ پلانے سے پیدا ہونے والا رشتہ اسلامی عائلی قانون میں نسب کے رشتے کی طرح حرمت پیدا کرتا ہے؛ جو عورت نے کسی بچے کو مدتِ رضاعت میں دودھ پلایا ہو وہ اس کی رضاعی ماں بن جاتی ہے اور اس بچے کا اس عورت کی اولاد وغیرہ سے وہی رشتہ حرمت کا قائم ہو جاتا ہے جو نسب سے ہوتا ہے۔ الہدایہ میں رضاعت کے لیے ایک مستقل کتاب، کتاب الرضاع، موجود ہے جس میں رضاعت کی تعریف، اس کی مدت، حرمت کی شرائط اور اس کے ثبوت کے احکام بیان ہوئے ہیں۔ سوال میں ثبوت کا پہلو خاص طور پر مطلوب ہے کہ رضاعت کس طرح ثابت ہوتی ہے اور اس کے لیے کتنے گواہ درکار ہیں، نیز اس تعداد میں ائمہ کا اختلاف کیا ہے۔ یہ بحث بھی علمی ہے؛ کسی اصل خاندان میں رضاعت کے دعوے کا شرعی فیصلہ اہلِ علم اور قاضی کرتے ہیں، کیونکہ غلط دعوے سے صحیح نکاح ٹوٹ سکتے ہیں اور بے بنیاد انکار سے محرم رشتوں میں خلط کا خطرہ ہوتا ہے۔

رضاعتِ موجبِ حرمت کی شرائط

رضاعت کے ثبوت سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ کون سی رضاعت حرمت پیدا کرتی ہے، کیونکہ گواہی اسی چیز پر دی جائے گی۔ الہدایہ کے مطابق شرائط یہ ہیں۔ پہلی شرط مدت ہے: دودھ بچے کو اس کی رضاعت کی مدت کے اندر پہنچے۔ احناف کے نزدیک امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں یہ مدت ڈھائی سال یعنی تیس ماہ ہے، جبکہ صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ اور جمہور ائمہ کے نزدیک دو سال ہے، جس کی بنیاد قرآن مجید کا یہ ارشاد ہے کہ مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں (البقرہ: 233 کے مفہوم کے مطابق)؛ حنفی کتب میں فتویٰ کی صورت زمان و مکان کے اعتبار سے مفتیان کے ہاں معروف ہے اور اختلاف کی یہ تفصیل کتابوں میں دلائل کے ساتھ موجود ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ دودھ بچے کے پیٹ تک پہنچے، خواہ براہِ راست پینے سے یا کسی برتن و پیچ کے ذریعے پلانے سے؛ محض منہ میں لگ جانا کافی نہیں۔ تیسری شرط یہ ہے کہ دودھ عورت کا ہو اور اسی عورت کی طرف رضاعت کی نسبت ہو گی جس کا دودھ ہے، اور اس کے شوہر کی طرف بھی رضاعہ کا رشتہ قائم ہوتا ہے کیونکہ دودھ اسی کے سبب سے پیدا ہوا۔ چوتھی بات یہ کہ احناف کے نزدیک دودھ کی مقدار میں کمی بیشی کا اعتبار نہیں؛ مدت کے اندر ایک مرتبہ بھی دودھ پیٹ تک پہنچ جائے تو حرمت ثابت ہو جاتی ہے، جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک پانچ الگ الگ مرتبہ دودھ پینا شرط ہے، جس کی بنیاد وہ حدیث ہے جس میں پانچ رضعتوں کا ذکر آیا ہے (مسلم کے مفہوم کے مطابق)۔ ان شرائط کے بعد ہی ثبوت کا سوال پیدا ہوتا ہے۔

حرمتِ رضاعت کا دائرہ اور دلائل

رضاعت کی حرمت کی اصل دلیل قرآن مجید کی آیت ہے جس میں محرم عورتوں کے ضمن میں رضاعی ماؤں اور رضاعی بہنوں کو بھی شمار کیا گیا ہے (النساء: 23 کے مفہوم کے مطابق)، اور حدیث میں یہ عام قاعدہ بیان ہوا ہے کہ رضاعت سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں (بخاری و مسلم)۔ اس قاعدے کے تحت بچے کے لیے رضاعی ماں، اس کی بیٹیاں یعنی رضاعی بہنیں، رضاعی باپ، اس کی بہنیں اور اس خاندان کے وہی رشتے محرم بن جاتے ہیں جو نسبی خاندان میں ہوتے ہیں، اور اس دائرے میں خود دودھ پینے والا بچہ اور مرضعہ کا خاندان آپس میں جڑ جاتا ہے۔ البتہ یہ حرمت صرف اس بچے اور اس کی اگلی نسل تک مؤثر ہوتی ہے، اس کے اپنے بہن بھائی جو اس دودھ میں

شریک نہیں ہوئے ان پر یہ حرمت لاگو نہیں ہوتی، سوائے اس صورت کے کہ وہ بھی اسی عورت کا دودھ پی چکے ہوں۔ رضاعت کا یہ نظام سماجی طور پر بڑی حکمت رکھتا ہے کہ جس عورت نے کسی بچے کی پرورش میں ماں جیسا کردار ادا کیا، اس کے ساتھ عزت و احترام کا رشتہ مستقل شکل اختیار کر لیتا ہے۔

رضاعت کے ثبوت کے ذرائع

رضاعت کے ثبوت کے دو بڑے ذرائع ہیں: اقرار اور شہادت۔ اگر متعلقہ فریق خود رضاعت کا اقرار کر لے، مثلاً شوہر یا بیوی یہ تسلیم کریں کہ ان کے درمیان رضاعت کا رشتہ ہے، تو یہ اقرار ان کے خلاف نافذ ہوتا ہے اور نکاح قائم نہیں رہتا، کیونکہ اقرار شہادت سے قوی دلیل ہے اور انسان اپنے خلاف کیے گئے اقرار کا پابند ہوتا ہے۔ اگر اقرار نہ ہو اور معاملہ دعوے اور انکار کا ہو تو ثبوت شہادت سے ہوگا، اور یہیں تعدادِ گواہاں کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے جس کا سبب اصل میں خاص ذکر ہے۔ اس کے علاوہ ایک صورت مشہور اور معروف ہونے کی بھی ہے؛ جس گاؤں یا خاندان میں کسی بچے کی رضاعت عام طور پر معروف ہو اور اس پر خاندان کا سکوت و تسلیم موجود ہو، اس شہرت کو بھی فقہاء نے ثبوت کے درجے میں وزن دیا ہے، خصوصاً مالکی مسلک میں فاشو یعنی عام شہرت کو رضاعت کے ثبوت میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ جدید دور میں پیدائش اور رضاعت کے طبی ریکارڈ جیسی دستاویزات بطور قرینہ استعمال ہو سکتی ہیں، لیکن شرعی ثبوت کا اصل مدار اقرار، شہادت اور معتبر شہرت ہی رہتا ہے۔

جدول 1: رضاعت کے ثبوت میں ائمہ کے مواقف

مسلک / امام	گواہوں کی مطلوبہ صورت	نوٹ
احناف (الہدایہ)	دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں (عدل)	عورتوں کی تنہا شہادت کافی نہیں
امام شافعیؒ	چار عورتیں بھی شہادت دے سکتی ہیں	شہادت کے عمومی نصاب کے ساتھ عورتوں کی شہادت اس باب میں مقبول
امام مالکؒ	ایک معتبر عورت (مثلاً مرضعہ) کی خبر + عام شہرت	شہرت کو ثبوت میں خاص وزن

	(فشو)	

گواہوں کی تعداد میں اختلاف کی تفصیل

اب اصل اختلافی مسئلہ بیان کیا جاتا ہے۔ الہدایہ کے مطابق احناف کے نزدیک رضاعت اس وقت ثابت ہوتی ہے جب دو عادل مرد یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتیں اس کی گواہی دیں، اور صرف عورتوں کی شہادت، چاہے وہ کئی ہی کیوں نہ ہوں، رضاعت کے ثبوت کے لیے کافی نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رضاعت کے ثبوت کا نتیجہ ایک موجود نکاح کا فسخ اور حلال سمجھے جانے والے رشتے کا حرام قرار پانا ہے، جو ایک بھاری قانونی نتیجہ ہے؛ ایسے نتیجے کے لیے شریعت کا عام نصابِ شہادت پورا ہونا چاہیے، اور چونکہ یہاں فیصلہ عدالت میں ہونا ہے اس لیے عورتوں کی تنہا شہادت جو عام اصول میں ان معاملات کے لیے رکھی گئی ہے جو مردوں کی نظر سے پوشیدہ ہوں، اس ثبوت کے لیے کافی نہیں سمجھی گئی۔ دوسری طرف امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک رضاعت کے باب میں چار عورتوں کی شہادت بھی قبول ہوتی ہے، کیونکہ یہ معاملہ بنیادی طور پر عورتوں ہی کے مشاہدے میں آتا ہے اور شریعت نے ایسے مخفی امور میں عورتوں کی شہادت کو اعتبار دیا ہے، جبکہ مردوں کی شہادت کی صورت میں وہیں عمومی نصاب رہے گا۔ امام مالک رحمہ اللہ کا موقف اس سے بھی آگے ہے کہ رضاعت ایک معتبر عورت، خصوصاً خود دودھ پلانے والی مرضعہ کی خبر اور خاندان و محلے میں اس بات کے مشہور ہونے سے بھی ثابت ہو جاتی ہے، کیونکہ قدیم معاشرت میں رضاعت گھروں کے اندر ہونے والا عمل تھا جس کا واحد قابل اعتماد ذریعہ یہی شہرت تھی۔ ہر موقف کے دلائل کتابوں میں مسطور ہیں اور یہ اختلاف بھی شہادت کے اصولوں کی اجتہادی تفہیم کا نتیجہ ہے۔

ایک متعلقہ اور اہم مسئلہ نکاح سے پہلے اور بعد ثبوت کا فرق ہے۔ اگر نکاح سے پہلے رضاعت ثابت ہو جائے تو وہ نکاح منعقد ہی نہیں ہو سکتا اور فریقین کو الگ رہنا ہو گا۔ اگر نکاح ہو چکا ہو اور بعد میں معتبر شہادت سے رضاعت ثابت ہو جائے تو قاضی دونوں کے درمیان تفریق کر دے گا؛ یہ تفریق طلاق شمار نہیں ہوتی بلکہ فسخ کی نوعیت رکھتی ہے، اس لیے اس سے شوہر کی طلاقوں کی تعداد کم نہیں ہوتی، اور مہر و عدت کے احکام اسی حساب سے لاگو ہوتے ہیں کہ اگر صحبت ہو چکی تھی تو مہر بھی ثابت رہے گا اور عدت بھی ہو گی، اور اگر صحبت نہیں ہوئی تھی تو نصف یا مقررہ اصول کے مطابق فیصلہ ہو گا۔ اسی طرح اگر صرف ایک شخص دعویٰ کرے اور گواہ نہ ہوں تو نکاح بظاہر قائم رہتا ہے، البتہ دیانت

کے اعتبار سے جس شخص کو خود یقین ہو کہ رضاعت موجود ہے اس کے لیے اس رشتے کو جاری رکھنا درست نہیں، کیونکہ شرعی احکام میں دیانت کا پہلو قضا سے الگ اور ہر مسلمان پر لازم ہے۔ یہ فرق بین القضاو الدیانہ فقہ کے اہم اصولوں میں سے ہے جسے طالب علم کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ الہدایہ کی روشنی میں رضاعتِ موجبِ حرمت وہ ہے جو مدت کے اندر ہو، دودھ بچے کے پیٹ تک پہنچے اور اس سے نسب کی طرح حرمت کے رشتے قائم ہو جائیں۔ اس کا ثبوت اقرار سے بھی ہوتا ہے اور شہادت سے بھی؛ شہادت کی تعداد میں احناف کے نزدیک دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں شرط ہیں اور عورتوں کی تنہا شہادت کافی نہیں، امام شافعی رحمہ اللہ چار عورتوں کی شہادت قبول کرتے ہیں اور امام مالک رحمہ اللہ معتبر عورت کی خبر اور عام شہرت کو بھی ثبوت کا درجہ دیتے ہیں۔ ثبوت کے بعد قاضی تفریق کر دیتا ہے اور یہ تفریق طلاق نہیں بلکہ فسخ ہوتی ہے۔ رضاعت کا یہ باب اسلامی عائلی قانون کی اس احتیاط کو ظاہر کرتا ہے کہ محرم و غیر محرم کے معاملات میں ثبوت کا معیار ہمیشہ بلند رکھا گیا ہے۔

سوال نمبر 4: خلع اور طلاق بالمال کے احکام اور غیر مال عوض کا اثر (20 نمبر)

سوال نمبر 4: کتاب الہدایہ کے مطابق خلع اور طلاق بالمال کے فقہی احکام کیا ہیں؟ نیز اگر خلع میں عوض کے طور پر غیر مال یا ناجائز چیز مقرر کی جائے تو اس کا نکاح اور طلاق پر کیا اثر پڑتا ہے؟ (20)

تعارف

ازدواجی زندگی میں جدائی کے راستے صرف شوہر کی یک طرفہ طلاق تک محدود نہیں ہیں۔ کبھی صورتحال یہ ہوتی ہے کہ بیوی کسی وجہ سے اس رشتے کو جاری نہیں رکھنا چاہتی اور شوہر اسے طلاق دینے پر تیار بھی نہیں ہوتا؛ ایسی صورت میں شریعت نے بیوی کو بھی ایک باقاعدہ اور باعزت راستہ دیا ہے جسے خلع کہا جاتا ہے، اور اسی سے ملتا جلتا ایک اور

طریقہ طلاق بالمال ہے۔ الہدایہ کے کتاب الطلاق میں ان دونوں ابواب کی تفصیل موجود ہے، اور ان کے درمیان لفظی و حکمی فرق کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ سوال میں ان دونوں کے فقہی احکام اور یہ اہم جزئیہ بھی مطلوب ہے کہ اگر خلع میں عوض کے طور پر کوئی ایسی چیز مقرر کر دی جائے جو شرعاً مال نہ ہو یا ناجائز ہو تو اس کا نکاح اور طلاق پر کیا اثر پڑے گا۔ یہ تمام بحث تعلیمی ہے؛ کسی عملی خلع یا طلاق بالمال کا انعقاد و تنفیذ اہلِ علم، مفتیان اور پاکستانی قانون میں فیملی عدالت کے دائرے میں ہوتا ہے، اس لیے عملی صورت میں انھی مراجع سے رجوع ضروری ہے۔

خلع کی تعریف، مشروعیت اور شرائط

خلع کے لغوی معنی اتارنا اور جدا کرنا ہیں، کیونکہ میاں بیوی کو قرآن مجید نے ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے (البقرہ: 187 کے مفہوم کے مطابق) اور خلع میں یہ لباس گویا اتار دیا جاتا ہے۔ فقہی اصطلاح میں خلع مال کے عوض نکاح کی جدائی کو قبول کرنا ہے جو خلع کے لفظ یا اس کے مفہوم دینے والے الفاظ سے واقع ہو۔ اس کی مشروعیت کی دلیل قرآن مجید کی آیت ہے جس میں فرمایا گیا کہ اگر تمہیں خوف ہو کہ میاں بیوی اللہ کی حدود قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت کے فدیہ دے کر جدا ہونے میں دونوں پر کوئی گناہ نہیں (البقرہ: 229 کے مفہوم کے مطابق)، اور مشہور واقعہ یہ ہے کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ وہ اپنے شوہر کے دین و اخلاق پر اعتراض نہیں کرتیں مگر ساتھ رہنا پسند نہیں کرتیں، تو آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ باغ جو مہر میں ملا تھا واپس کر دیں اور شوہر سے فرمایا کہ باغ قبول کر لو اور اسے ایک طلاق دے دو (بخاری کے مفہوم کے مطابق)۔ خلع کی بنیادی شرائط یہ ہیں کہ یہ خلع کے مخصوص لفظ یا اس کے معنی دینے والے لفظ سے ہو، بیوی کی طرف سے پیشکش اور شوہر کی طرف سے قبولیت ایک ہی مجلس میں ہو، اور عوض یعنی فدیہ متعین ہو۔ جس عورت پر طلاق کے الفاظ کا اطلاق ہو سکتا ہے اسی پر خلع بھی واقع ہو سکتا ہے، اور نابالغہ اور دیگر صورتوں کی جزئیات اہلیت کی شرائط کے تابع ہیں۔

خلع کے احکام: بینونت، عوض کی حدود اور عدت

الہدایہ کے مطابق خلع سے ایک طلاقِ بائن واقع ہوتی ہے، یعنی اس سے زوجیت فوراً ختم ہو جاتی ہے اور عدت کے اندر رجوع کا حق شوہر کو نہیں رہتا؛ البتہ عدت کے دوران یا بعد میں دونوں باہمی رضامندی سے نیا نکاح کر سکتے ہیں، کیونکہ یہ بائنہ صغریٰ ہے، بائنہ کبریٰ نہیں، بشرطیکہ پہلے سے دو طلاقیں نہ ہو چکی ہوں؛ اگر سابقہ دو طلاقوں کے بعد خلع ہو تو یہ تیسری جدائی بن جائے گی اور اس کے احکام اسی حساب سے ہوں گے۔ عوض کی حدود یہ ہیں کہ اگر نباہ نہ ہونے کی وجہ بیوی کی طرف سے ہو تو شوہر کے لیے مہر سے زیادہ لینا بھی بعض فقہاء کے نزدیک جائز ہے، اگرچہ احناف کے ہاں مہر سے زیادہ لینا مکروہ قرار دیا گیا ہے اور اگر ناچاقی کی اصل وجہ شوہر کی طرف سے ہو، اس کی زیادتی یا ظلم ہو، تو اس کے لیے عورت سے کچھ بھی لینا درست نہیں، بلکہ اسے چاہیے کہ بغیر عوض لیے عزت سے جدا کر دے کیونکہ قرآن نے اس صورت میں دیے ہوئے مال میں سے کچھ لینے سے منع فرمایا ہے (النساء: 20 کے مفہوم کے مطابق)۔ خلع یافتہ عورت پر عدت بھی واجب ہوتی ہے، جو مطلقہ کی عدت کی طرح ہوتی ہے، اور عدت کے دوران اس کے قیام و نفقے کے احکام بائن طلاق کے اصولوں پر چلتے ہیں۔ اسی طرح اگر خلع میں بچوں کی کفالت، مہر کی واپسی یا دیگر امور کی شرائط طے ہوئی ہوں تو ان کا فیصلہ باہمی معاہدے کی شرعی حدود کے اندر رہ کر کیا جاتا ہے، اور بچوں کے حقوق سے متعلق ایسی شرط جو ان کے مفاد کے خلاف ہو معتبر نہیں ہوتی۔

طلاق بالمال کی تعریف اور خلع سے فرق

طلاق بالمال یہ ہے کہ شوہر طلاق کے لفظ کو کسی مال کے بدلے کے ساتھ جوڑ کر کہے، مثلاً یہ کہے کہ تم میرے اوپر ایک ہزار روپے کے بدلے طلاق یافتہ ہو، یا تمہیں اس شرط پر طلاق ہے کہ تم میرے ذمہ مہر چھوڑ دو۔ اس صورت میں طلاق کا انعقاد بیوی کی قبولیت پر موقوف ہوتا ہے، کیونکہ یہ ایک معاوضہ یعنی مالی لین دین کی شکل ہے اور معاوضے میں دونوں فریقوں کی رضامندی شرط ہوتی ہے؛ اگر بیوی قبول کر لے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے اور مال واجب ہو جاتا ہے، اور اگر قبول نہ کرے تو طلاق واقع نہیں ہوتی، کیونکہ شوہر نے طلاق کو اس قبولیت کے ساتھ مشروط کیا تھا۔ خلع اور طلاق بالمال میں بنیادی فرق لفظ اور اس سے پیدا ہونے والی بینونت کا ہے۔ خلع اپنے مخصوص لفظ کی وجہ سے بذاتِ خود جدائی اور بینونت کے مفہوم میں موضوع ہے، اس لیے اس سے بائن طلاق ہوتی ہے چاہے عوض کی صورت جو بھی ہو۔ طلاق بالمال میں مرکزی حیثیت طلاق کے لفظ کو ہے اور

مال اس کے ساتھ بطور عوض جڑا ہوتا ہے، اس لیے اگر عوض درست مال ہو تو طلاق بائن ہو جاتی ہے کیونکہ مالی عوض والی طلاق بائن ہی ہوتی ہے، لیکن اگر عوض ہی سرے سے درست نہ ہو تو اس کا حکم خلع سے مختلف ہو جاتا ہے، جس کی تفصیل اگلے حصے میں آتی ہے، اور یہی اس سوال کا سب سے اہم نکتہ ہے۔

Figure 5: Invalid compensation — khul' vs talaq bil-mal



شکل 1: خلع اور طلاق بالمال میں عوض کی حیثیت کے مطابق نتائج کا خاکہ

غیر المالی جائز عوض کی صورت میں حکم: سوال کا مرکزی مسئلہ

اب وہ صورت لیجیے جس میں خلع کے عوض کے طور پر کوئی ایسی چیز مقرر کی جائے جو شرعاً مال ہی نہ ہو یا مال تو ہو مگر ناجائز ہو، مثلاً شراب، خنزیر، مردار، یا کوئی بھی ایسی چیز جس کی ملکیت اور لین دین شریعت میں معتبر نہ ہو۔ الہدایہ کا حکم یہ ہے کہ اس صورت میں خلع واقع ہو جائے گا اور جدائی ہو جائے گی، یعنی ایک بائن طلاق پڑ جائے گی، مگر شوہر کو وہ مقرر کردہ چیز بطور عوض نہیں ملے گی اور نہ اس کا کوئی بدل واجب ہو گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لفظِ خلع بذاتِ خود بینونت کا مفہوم رکھتا ہے اور جدائی اس لفظ کے صدور کے ساتھ ہی ثابت ہو جاتی ہے؛ عوض کا فاسد ہونا لفظ کے اس ذاتی اثر کو ختم نہیں کرتا، البتہ فاسد عوض خود ساقط ہو جاتا ہے کیونکہ شریعت کسی ناجائز چیز کو حق قرار نہیں دے سکتی۔ اس کے بالمقابل طلاق بالمال کی صورت میں اگر عوض یہی ناجائز چیز ہو تو حکم الٹ جاتا ہے: اس صورت میں طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اور عوض کچھ بھی واجب نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ طلاق بالمال میں مال عقدِ معاوضہ کی روح ہے؛ جب عوض ہی باطل ہو گیا تو معاوضے والی صورت ختم ہو گئی اور باقی صرف طلاق کا لفظ رہ گیا جو اپنے اصل حکم یعنی رجعی ہونے پر لوٹ آتا ہے۔ یہ باریک فرق حنفی فقہ کی دقتِ نظر کی عمدہ مثال ہے کہ ایک ہی خارجی صورت، یعنی ناجائز عوض کے ساتھ جدائی، دو الگ الگ الفاظ کی وجہ سے دو الگ احکام پیدا کرتی ہے۔

جدول 1: ناجائز/غیر مال عوض مقرر ہونے پر خلع اور طلاق بالمال کا فرق

پہلو	خلع (لفظِ خلع سے)	طلاق بالمال (طلاق کے لفظ + عوض سے)
جدائی کا وقوع	جدائی واقع ہو جاتی ہے	طلاق واقع ہوتی ہے
طلاق کی نوعیت	بائن (بینونت ثابت)	رجعی (عدت میں رجوع ممکن)
عوض کی استحقاقیت	ناجائز عوض واجب نہیں، نہ اس کا بدل	ناجائز عوض واجب نہیں
وجہ	لفظِ خلع خو یونیت کے لیے موضوع ہے	معاوضہ فاسد ہونے سے طلاق اپنے اصل (رجعی) حکم پر لوٹتی ہے
نکاح کی حیثیت	ختم؛ دوبارہ ساتھ کے لیے نیا نکاح	عدت تک باقی؛ رجوع سے بحال

اس مسئلے سے متصل چند مزید صورتیں بھی الہدایہ میں مذکور ہیں جن کا ذکر اس جواب کو مکمل کرے گا۔ اگر عوض کوئی ایسی چیز ہو جو مال تو ہے مگر اس کی ملکیت بیوی کے پاس ثابت نہ ہو، یا عوض کوئی مجہول اور غیر متعین چیز ہو، تو خلع واقع ہو جائے گا مگر عوض کے بارے میں اصل مال یا اس کا معقول بدل اصولوں کے مطابق دیکھا جائے گا۔ اگر شوہر عوض کے بغیر ہی خلع کے الفاظ کہہ دے تو بھی احناف کے نزدیک خلع واقع ہو کر بائن طلاق پڑ جائے گی، کیونکہ لفظِ خلع بینونت ہی کے لیے ہے۔ اگر بیوی کی طرف سے خلع کی پیشکش ہو اور شوہر خاموش رہے یا قبولیت ظاہر نہ ہو تو خلع مکمل نہیں ہوتا، کیونکہ یہ بھی ایک عقد ہے جس میں ایجاب و قبول دونوں درکار ہیں۔ یہ بھی واضح رہے کہ پاکستان کے قانونی نظام میں خلع کی عملی صورت یہ ہے کہ بیوی فیملی عدالت سے خلع کی ڈگری حاصل کرتی ہے اور عدالت حالات کے مطابق مہر وغیرہ کی واپسی کا فیصلہ بھی کرتی ہے؛ شرعی اصولوں اور ملکی قانون کا یہ باہمی تعلق سمجھنا بھی آج کے طالب علم کے لیے ضروری ہے، تاہم اس گائیڈ کا موضوع کتاب کے فقہی احکام ہیں۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ الہدایہ کے مطابق خلع مال کے عوض قبول کی گئی جدائی ہے جس سے ایک بائن طلاق واقع ہوتی ہے، اس میں عوض کی حدود فریقین کی طرف سے جدائی کے اسباب کے اعتبار سے طے ہوتی ہیں اور عدت کا حکم مطلقہ کی طرح ہے۔ طلاق بالمال طلاق کے لفظ کے ساتھ عوض جوڑنے کا نام ہے اور وہ بیوی کی قبولیت پر موقوف ہوتی ہے۔ سب سے اہم فرق یہ ہے کہ اگر عوض غیر مال یا ناجائز چیز ہو تو خلع پھر بھی بائن جدائی کے ساتھ واقع ہو جاتا ہے مگر عوض ساقط رہتا ہے، جبکہ طلاق بالمال اس صورت میں رجعی طلاق بن جاتی ہے۔ یہ فرق لفظوں کی شرعی دلالت کو سمجھنے کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے اور اس لیے ایسے معاملات میں اہلِ علم سے مشورہ ناگزیر ہے۔

سوال نمبر 5: مطلقہ اور بیوہ کی عدت کے احکام (20 نمبر)

سوال نمبر 5: "الہدایہ" کی روشنی میں مطلقہ اور متوفی عنہا زوجہا (جس کا شوہر فوت ہو جائے) کی عدت کے احکام واضح کریں، نیز حیض نہ آنے والی عورت (آئسہ / صغیرہ) اور حاملہ عورت کی عدت کی مدت بیان کریں۔ (20)

تعارف

عدت اسلامی عائلی قانون کا وہ ضابطہ ہے جو نکاح ختم ہونے کے بعد عورت پر ایک مقررہ مدت تک دوسرا نکاح کرنے کی پابندی عائد کرتا ہے۔ یہ محض ایک رسمی انتظار نہیں بلکہ اس کے پیچھے متعدد حکمتیں ہیں: رحم کے خالی ہونے کا یقین تاکہ نسب میں اختلاط نہ ہو، رجعی طلاق میں میاں بیوی کو سوچنے اور صلح کا موقع، وفات کی صورت میں سوگ اور مرحوم شوہر کے احترام کا اظہار، اور عورت کو نئی زندگی کا فیصلہ سکون سے کرنے کی مہلت۔ الہدایہ میں کتاب الطلاق کے اندر عدت کے احکام تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔ سوال میں مطلقہ اور بیوہ کی عدت کے احکام کے ساتھ ساتھ آئسہ یا صغیرہ اور حاملہ عورت کی عدت کی مدت خاص طور پر درکار ہے۔ یہ بحث بھی تعلیمی ہے؛ کسی معین عورت کی عدت کا آغاز و اختتام اور اس کے مسائل کا تعین مستند علماء کرتے ہیں، خصوصاً جہاں حیض کی تاریخوں یا حمل کی صورتوں میں اشکال ہو۔

مطلقہ کی عدت: حیض والی عورت کے لیے تین قروء

جس عورت کو صحبت کے بعد طلاق دی گئی ہو اور اسے حیض آتا ہو، اس کی عدت تین قروء ہے، جیسا کہ قرآن مجید نے فرمایا کہ مطلقہ عورتیں تین حیض تک اپنے آپ کو روکے رکھیں (البقرہ: 228 کے مفہوم کے مطابق)۔ لفظ قروء کے معنی میں فقہاء کا اختلاف ہے: احناف کے نزدیک قروء سے مراد حیض ہے، چنانچہ حنفی مسلک میں عدت تین مکمل حیض گزرنے سے پوری ہوتی ہے، اور جس حیض میں طلاق دی گئی وہ شمار نہیں ہوتا، جیسا کہ طلاق کے سوال میں گزرا؛ جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک قروء سے مراد طہر یعنی پاکی کے زمانے ہیں، اس لیے ان کے ہاں حساب کی عملی صورت مختلف ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جس عورت کو صحبت سے پہلے ہی طلاق دے دی گئی ہو اس پر کوئی عدت نہیں ہوتی، جیسا کہ قرآن مجید نے واضح فرمایا کہ جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو تو ان پر تمہارے لیے کوئی عدت نہیں (الاحزاب: 49 کے مفہوم کے مطابق)؛ البتہ صحبت کے قائم مقام خلوتِ صحیحہ ہو چکی ہو تو احناف کے نزدیک عدت واجب ہو جاتی ہے۔ خلع یافتہ اور بائن مطلقہ کی عدت بھی اسی اصول پر ہوتی ہے، یعنی جدائی کی نوعیت سے عدت کی اصل مدت نہیں بدلتی، البتہ نفقے جیسے مالی احکام میں رجعی و بائن کا فرق مؤثر ہوتا ہے۔

حیض نہ آنے والی عورت (آئسہ / صغیرہ) کی عدت

سوال میں دوسری قسم وہ عورت ہے جسے حیض نہیں آتا۔ اس کی دو صورتیں ہیں: آئسہ یعنی وہ عمر رسیدہ عورت جس کا حیض عمر کی وجہ سے بند ہو چکا ہو، اور صغیرہ یعنی وہ کم عمر لڑکی جسے حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو۔ اگر ان میں سے کسی کو صحبت کے بعد طلاق دی جائے تو ان کی عدت تین مہینے ہے، کیونکہ جب عدت کی اصل بنیاد یعنی حیض موجود نہ ہو تو اس کے بدل کے طور پر مہینے مقرر کر دیے گئے، جیسا کہ قرآن مجید نے فرمایا کہ تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں، اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے، اور ان کی بھی جنہیں حیض نہ آیا ہو (الطلاق: 4 کے مفہوم کے مطابق)۔ تین مہینوں کا حساب اگر طلاق مہینے کے آغاز میں ہو تو قمری مہینوں سے ہوتا ہے اور اگر درمیان میں ہو تو احناف کے ہاں دنوں سے پورا حساب لگایا جاتا ہے جس کی جزئیات کتابوں میں مذکور ہیں۔ ایک نازک مسئلہ یہ ہے کہ اگر صغیرہ یا آئسہ کی عدت مہینوں سے شروع ہو اور اس دوران اسے حیض آنا شروع ہو جائے یا پھر سے آنے لگے تو احناف کے نزدیک اس کی عدت از سر نو حیض والی عدت میں بدل جائے گی، کیونکہ اصل حکم یعنی حیض موجود ہو

گیااور بدل کا حکم اصل کی موجودگی میں باقی نہیں رہتا۔اسی طرح مہینوں والی عدت میں اگر عورت حاملہ ظاہر ہو تو اس کی عدت وضع حمل پر ختم ہو گی، جیسا کہ آگے بیان ہو تا ہے۔

حاملہ عورت کی عدت

تیسری قسم حاملہ عورت کی ہے۔خواہ اسے طلاق دی گئی ہو یا اس کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو، الہدایہ اور جمہور فقہاء کے مطابق اس کی عدت وضع حمل یعنی بچے کی پیدائش پر ختم ہوتی ہے، چاہے یہ پیدائش جدائی کے تھوڑی دیر بعد ہو یا کئی مہینوں بعد۔اس کی دلیل قرآن مجید کی صریح آیت ہے کہ حاملہ عورتوں کی عدت کی مدت یہ ہے کہ وہ اپنا حمل وضع کر دیں (الطلاق: 4 کے مفہوم کے مطابق)۔اس حکم کی حکمت بالکل واضح ہے کہ عدت کا سب سے بڑا مقصد رحم کی برأت اور بچے کے نسب کی حفاظت ہے اور وہ مقصد پیدائش کے ساتھ ہی مکمل ہو جاتا ہے؛اس کے بعد مزید انتظار کا کوئی مقصد باقی نہیں رہتا۔وضع حمل سے مراد بچے کا اس حالت میں پیدا ہونا ہے کہ اس کی خلقت واضح ہو چکی ہو؛حمل کے ابتدائی مراحل میں گر جانے والے نامکمل ٹکڑے پر عدت ختم نہیں ہوتی، اور جڑواں بچوں کی صورت میں عدت آخری بچے کی پیدائش پر مکمل ہوتی ہے کیونکہ اسی وقت رحم کے مکمل خالی ہونے کا یقین ہوتا ہے۔حاملہ ہونے کی صورت میں عورت کو عدت کے دوران نفقہ بھی ملتا ہے، خواہ طلاق رجعی ہو یا بائن، کیونکہ قرآن نے حاملہ کے خرچ کا الگ حکم دیا ہے (الطلاق: 6 کے مفہوم کے مطابق)۔

متوفی عنہا زوجہا (بیوہ) کی عدت

اب سوال کا دوسرا بڑا حصہ یعنی بیوہ کی عدت ہے۔جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو جائے اس کی عدت چار مہینے دس دن ہے، جیسا کہ قرآن مجید نے فرمایا کہ تم میں سے جو وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ عورتیں چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رکھیں (البقرہ: 234 کے مفہوم کے مطابق)۔یہ عدت اس صورت میں بھی لازم ہوتی ہے جب شوہر سے صحبت نہ ہوئی ہو، کیونکہ وفات کی عدت میں مقصد صرف رحم کی برأت نہیں بلکہ سوگ اور تعلق کے احترام کا بھی ہے، جبکہ طلاق کی عدت صحبت سے پہلے سرے سے واجب ہی نہیں ہوتی۔بیوہ کی عدت میں سوگ کے احکام بھی شامل ہوتے ہیں، یعنی عدت کے دوران خوشبو، زیور اور دیدہ زیب لباس سے اجتناب کو فقہاء نے اس مدت کا حصہ

قرار دیا ہے، البتہ اس کا کام کاج اور ضروریات کے لیے باہر نکلنا شرعی حدود میں جائز ہے۔ ایک خاص صورت حاملہ بیوہ کی ہے کہ اگر بیوہ حاملہ ہو تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی عدت دونوں مدتوں میں سے جو بعد میں ختم ہو اس پر ختم ہو گی، یعنی یا تو وضع حمل پر یا چار مہینے دس دن مکمل ہونے پر، جو بھی مؤخر ہو؛ اسے فقہ میں ابعد الاجلین کہا جاتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کی دونوں آیات ، وفات والی بھی اور حمل والی بھی، بیک وقت موجود ہیں، اس لیے احناف نے دونوں کا حق ادا کرنے کے لیے مؤخر مدت کو معتبر کیا، جبکہ جمہور ائمہ کے نزدیک حاملہ بیوہ کی عدت بھی وضع حمل ہی پر ختم ہو جاتی ہے۔ یہ اختلاف آیات کے باہمی اطلاق کی اجتہادی تفہیم کی واضح مثال ہے۔

جدول 1: عدت کی اقسام اور مدتوں کا خلاصہ

صورت	عدت کی مدت	اہم نوٹ
مطلقہ (حیض والی، بعد از صحبت)	تین قروء یعنی احناف کے نزدیک تین حیض	صحبت سے پہلے طلاق ہو تو عدت نہیں
مطلقہ (آئسہ / صغیرہ)	تین مہینے	دورانِ عدت حیض آ جائے تو عدت حیض والی میں بدل جاتی ہے
حاملہ (مطلقہ یا بیوہ)	وضع حمل تک	بیوہ میں احناف کے ہاں ابعد الاجلین کا اصول
بیوہ (غیر حاملہ)	چار مہینے دس دن	صحبت ہوئی ہو یا نہ ہو، ہر صورت میں لازم؛ سوگ شامل

عدت کے عمومی احکام و حقوق

عدت کے چند عمومی احکام بھی اس جواب کا حصہ ہیں۔ پہلا حکم یہ ہے کہ عدت کے دوران مطلقہ یا بیوہ کا دوسرا نکاح حرام ہے، اور جس شخص سے اس کا علاقہ ہو اس کی طرف نکاح کا صریح پیغام بھی درست نہیں، البتہ بیوہ اور بائن مطلقہ کے لیے اشارے کنائے میں بات کہنے کی گنجائش قرآن نے دی ہے (البقرہ: 235 کے مفہوم کے مطابق)۔ دوسرا

حکم یہ ہے کہ رجعی مطلقہ عدت شوہر کے گھر گزارے گی اور اسے گھر سے نکالنا شوہر کے لیے درست نہیں، جیسا کہ سورۃ الطلاق میں ہدایت آئی ہے (الطلاق: 1 کے مفہوم کے مطابق)؛ بائن مطلقہ بھی اصولاً اسی گھر میں عدت گزارتی ہے مگر اس کا رشتہ شوہر سے ختم ہو چکا ہوتا ہے، اس لیے پردے کے احکام اس پر لاگو ہوتے ہیں۔ تیسرا حکم نفقے کا ہے: رجعی مطلقہ کا نفقہ و سکنیٰ بالاتفاق شوہر پر ہے، بائن مطلقہ کے بارے میں احناف کے نزدیک نفقہ و سکنیٰ دونوں واجب ہیں جبکہ بعض ائمہ کے نزدیک غیر حاملہ بائنہ کو نفقہ نہیں ملتا، اور بیوہ کو شوہر کے ترکہ سے نفقہ نہیں ملتا کیونکہ اسے میراث ملتی ہے۔ البتہ بعض صورتوں میں سکونت کا حق محفوظ رہتا ہے۔ چوتھا حکم آغازِ عدت کا ہے: عدت طلاق یا وفات کے وقت سے شروع ہوتی ہے، خبر دیر سے ملنے کی صورت میں بھی مدت کا آغاز اسی وقت سے ہوتا ہے، لیکن ایام کی گنتی اور اطلاق کے عملی مسائل اہلِ علم سے معلوم کرنے چاہئیں۔

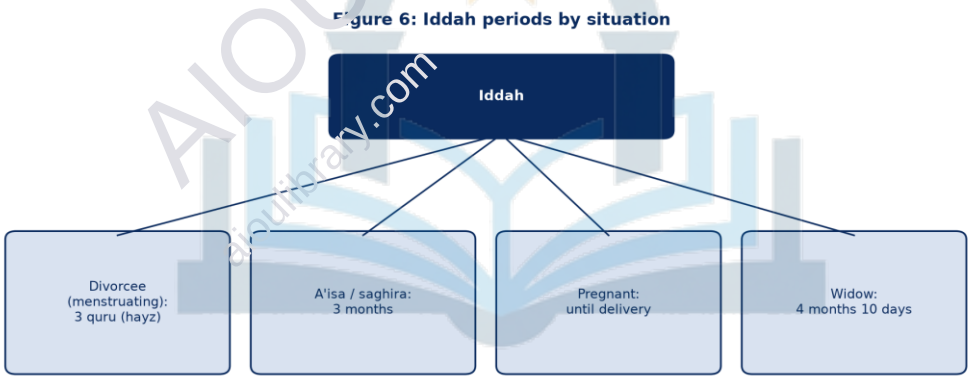

شکل 1: عورت کی حالت کے مطابق عدت کی مدت کا خاکہ

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ الہدایہ کی روشنی میں مطلقہ حیض والی عورت کی عدت تین حیض ہے، حیض نہ آنے والی آئسہ یا صغیرہ کی عدت تین مہینے ہے، حاملہ کی عدت وضع حمل پر ختم ہوتی ہے، اور بیوہ کی عدت چار مہینے دس دن ہے جس میں سوگ بھی شامل ہے، جبکہ حاملہ بیوہ کے بارے میں احناف ابعد الاجلین کے قائل ہیں۔ عدت کا یہ نظام نسب کی حفاظت، صلح

کی مہلت اور انسانی احترام تینوں مقاصد کو بیک وقت پورا کرتا ہے۔ طالب علم کے لیے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ وہ مدتوں کے ساتھ ساتھ ان کی حکمتوں کو بھی سمجھے، کیونکہ شرعی احکام محض مدتوں کے اعداد نہیں بلکہ مقاصد کا ایک مربوط نظام ہیں۔

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com